© rasailojaraid.com

محمد عمر فاروق "افکار"

ہندوستان میں انگریز کے گماشتے

انگریز برصغیر پر تقریباً دو سو برس تک بلاشرکت غیرے حکمران رہا ہے۔ اس طرح غلامی کا عرصہ ہماری موجودہ آزادی کے عرصے سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس دوران یہاں کے غیور باشندوں نے بلامبالغہ لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانیں سفید سامراج سے آزادی پانے کے لیے لٹا دیں۔ لیکن مدتوں غلام ہندوستانیوں کی آزادی کی منزل ان سے کوسوں دور رہی۔ آخر کیوں؟ یہ ایک ایسا تلخ سوال ہے۔ جس کا جواب حکمرانوں کے قصیدہ خواں مؤرخوں نے کبھی سامنے نہیں آنے دیا۔ اور لے دے کر ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیانی سات سالوں کو ہی کل تحریک آزادی بتا کر شہداء آزادی کے خونِ بے گناہی کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ نئی نسل کو یہ کیوں نہیں بتایا جاتا کہ ہماری آزادی کی جنگ ۱۸۵۷ء میں ہی نہیں بلکہ اس سے پوری ایک صدی پیشتر ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کی قیادت میں لڑی گئی تھی۔ تاریخ آزادی کے مرتبین نے اس حد تک سچ میں جھوٹ کی آمیزش کر دی ہے کہ تاریخ کا طالب علم اس ملغوبے کو دیکھتے ہی سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور اسے حقیقت کا سراغ پانے میں نام نہاد محققین کی بنائی ہوئی کئی شاہی بارہ دریوں میں بھٹکنا پڑتا ہے۔

بہر طور حقیقت، حقیقت اور جھوٹ جھوٹ ہوتا ہے۔ سو حقیقتوں کی ایک حقیقت یہ ہے کہ جنگ آزادی یہاں کے فاقہ مست، بوریہ نشین اور ناتواں مگر عزم و ہمت اور غیرت و حمیت سے لیس جوانمردوں نے لڑی۔ جس میں جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ پرستوں کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ بلکہ ان کی اکثریت (الاماشاء اللہ) انگریز کے اقتدار کو اس سرزمین پر قائم کرنے کے لیے ممد و معاون بنی اور ان وفاداروں کے بل بوتے پر ہی فرنگی ستمگر آزادی کے متوالوں کے گلے گھوٹتے رہے۔ برطانیہ برصغیر کو بے دست و پا کرنے کے بعد یہاں کے وسائل کے ذریعے ہی عالم اسلام کو اپنے زیر نگیں کرنے میں کامیاب ہو سکا۔

اگر یہاں کے ظالم اور نمک حرام وڈیرے اور جاگیردار انگریز سامراج کے دست و بازو نہ بنتے تو چند ہزار کی انگریزی نفری ہندوستان کے چالیس کروڑ عوام کو کیونکر اپنا غلام بنا سکتی۔ متحدہ ہندوستان نے انگریز سرکار کے لیے بڑے سے بڑے وفادار پیدا کیے۔ برصغیر میں انگریز کے سب سے بڑے باغی رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے بقول "ہندوستان نے سر عمر حیات ٹوانہ سے بڑھ کر غدار پیدا نہیں کیا"۔ جس نے جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء) میں مصر اور عراق میں اپنے خرچ پر انگریز کی جنگ لڑی"۔ یہی سر عمر حیات ٹوانہ جارج پنجم کے دربار دھلی میں اس کا ایڈی کانگ تھا (حیرت ہے کہ غلام رسول مہر مرحوم جیسے بلند پایہ مصنف نے ایسے فرنگ زدہ انسان کی سوانح عمری لکھی) بہر حال ایسے ہی انگریز کے ایک اور وفادار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سردار محمد حیات خان (سردار شوکت حیات کے دادا) کے متعلق جناب ابن الملک نے روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد کی ۲۱ جنوری ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں استفسار کیا ہے۔

میں ابن الملک کو کیا بتاؤں کہ اس پاک دھرتی کو کتنے میر صادقوں، میر جعفروں اور کتنے مرزا غلام قادیانیوں، سردار محمد حیاتوں اور کتنے کالا باغوں نے مختلف ادوار میں شرمناک عذابوں سے داغدار کیا ہے۔ لیکن انگریز کی نمک حلالی کی بھی داد دیجیے کہ اس نے اپنے ہر ایک محسن کی خدمات کا مکمل ریکارڈ ابھی تک انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ جنگ عظیم اول میں جن لوگوں نے حصہ لیا۔ وار فنڈ میں عطیات دیئے، بھرتی دی یا کسی بھی طرح انگریز حکومت کی مدد کی اور پھر انگریزوں نے انہیں کیا کیا میڈل، مربعے اور اعزازات و انعامات دیئے ان کی تمام تفصیلات کو جزئیات سمیت "The Punjab and the War" کے نام سے Mr. Leigh نے ۱۹۲۱ء میں شائع کر دیا تھا۔

سردست سردار محمد حیات خان کی انگریزی خدمات کا تذکرہ انگریز مصنف کے قلم سے پیشِ خدمت ہے۔

ایل۔ ایچ گریفن اپنی کتاب "پنجاب کے رؤسا اور قابلِ ذکر خاندان" میں رقمطراز ہے۔

۱۸۲۸ء میں کرم خان نامی ایک شخص نے سوار اور پیدل فوج اکٹھی کی۔ جسے جنرل نکلسن نے مارگلہ میں ہندوستانی باغیوں کے خلاف استعمال کیا۔ جس پر "واہ" میں کرم خان کے گھر کو باغیوں نے جلا ڈالا۔ بعد میں اسی کرم خان کو اس کے حقیقی بھائی فتح خان نے ایک روز دوپہر کو باغ میں سوتے وقت قتل کر دیا۔ اسی خان کا بیٹا محمد حیات خان کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر "مانا" کے مقام پر کرنل ایبٹ کی فوج میں بھرتی ہو گیا اور لڑائی کے خاتمے تک اس کے ساتھ رہا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے دنوں میں نکلسن پشاور کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ غدر کی بغاوت شروع ہوئی تو نکلسن نے محمد حیات کو اپنا ایڈی کانگ مقرر کیا محمد حیات خان جنرل نکلسن کے ساتھ ہی تھا۔ جب اس نے باغی پچیسویں پیدل فوج کو ہوتی (مردان) میں اور باغی چھیالیسویں اور نویٹں پیدل فوج کو ترلوگھاٹ پر شکست دی۔ ہوتی مردان میں جن باغیوں کو شکست ہوئی ۔ وہ پٹھان مسلمان تھے۔ ان میں سے تقریباً تین سو کو توپوں کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ کہ ان کے چیتھڑے اڑ گئے لاشوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ محمد حیات خان یہاں سے خدمات انجام دینے کے بعد اپنے دستہ کے ساتھ دہلی پہنچا اور محاصرے کی تمام مدت میں انگریزوں کے ہمراہ جوانمردی سے لڑتا رہا۔

جب دہلی پر قبضہ کرتے وقت جنرل نکلسن شدید زخمی ہو گیا تو محمد حیات نہایت وفاداری کے ساتھ زخمی جنرل کے ساتھ رہا اور جتنے دن نکلسن زندہ رہا۔ محمد حیات جاں نثاری کے ساتھ اس کی تیمارداری کرتا رہا ان کے کارہائے نمایاں کے صلے میں محمد حیات کی پنشن ۲۵ روپے سے بڑھا کر ۳۶۰ روپے کر دی گئی اور خلعت فاخرہ بطور انعام دی گئی۔

دہلی پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد محمد حیات خان پشاور آ گیا۔ اس کے بعد ترقی دے کر اسے ضلع جہلم میں تلہ گنگ کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ پھر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنا کر اس کا تبادلہ بنوں کر دیا گیا۔ بنوں میں اس نے محمد خیل وزیریوں کو انگریزوں کا اطاعت گزار بنانے میں مدد دی۔ اس کی ان قابل قدر خدمات پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت ہند نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ ۱۸۷۲ء میں اسے ترقی دے کر اسسٹنٹ کمشنر بنا دیا گیا اور ''ستارہ ہند'' کا خطاب دیا گیا بعد میں اس کو نواب کا خطاب عطاء ہوا۔

سردار محمد حیات خان کے بعد ان کی ان ''گرانقدر اور زریں'' روایات ان کے بیٹے سردار سکندر حیات خان کے ورثہ میں آئیں اور وہ بھی متحدہ پنجاب میں انگریزوں کا مضبوط مہرہ تھے۔ جن کی بدولت انگریز نے انہیں بتدریج وزیر اعظم پنجاب کے منصب پر لا بٹھایا۔ اپنے فرنگی آقاء کے اشارہ ابرو پر سکندر حیات نے حریت پسند مجاہدین پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے اور انگریزی استبداد کی مضبوطی کے سامان بہم پہنچائے اپنے غلامانہ فکر و عمل کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ سردار سکندر حیات کے بیٹے شوکت حیات بھی انگریز فوج میں تھے کہ ۱۹۴۲ء میں جنرل رومیل کے ہاتھوں تریپولی کے مقام پر گرفتار ہو گئے۔ سکندر حیات حج بیت اللہ کا پروگرام ملتوی کر کے بیٹے کی رہائی کے لیے مصر چلے گئے۔ جس پر معروف احرار انقلابی شاعر علامہ انور صابری مرحوم نے حسب ذیل قطعہ لکھا۔ جو فوراً زبان زد عام ہو گیا تھا۔

حرم کو بندۂ لات و منات کیا جانے
خدا کے گھر کو سکندر حیات کیا جانے
کسی غریب کی اختر شماریوں کے مزے
نہ جس نے رو کے گزاری ہو رات کیا جانے

قارئین محترم! اے آر شبلی مرحوم نے اپنی کتاب پنجاب کے دیہہ خدا میں بائیس بڑے خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اب کئی بائیس خاندان ہم پر مسلط ہیں۔ برطانوی راج کی خدمات کے صلے میں انہیں جو مراعات و مراتب حاصل ہوئے انہی کی بدولت غریب عوام آج تک ان کی رعایا اور محکوم ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ملک آزاد ہوتے ہی ایسے غداروں کو بر سر عام پھانسی دے دی جاتی۔ ان کی ناجائز دولت و جاگیر اعزازات و انعامات بحق سرکار ضبط کر لیے جاتے۔ لیکن ہماری بدقسمتی سے ہمیشہ سے برسر اقتدار طبقہ مذکورہ خاندانوں پر ہی مشتمل رہا ہے۔ جو زمانہ سکھوں کا ہو یا انگریزوں کا وہ ہمیشہ ان کے خیر خواہ و کفش بردار رہے اور بدلے میں آنے والی مظلوم نسلوں کے حاکم بن گئے اور خدا معلوم کہ حاکم اور محکومی کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا! شاید اس وقت تک کہ جب کوئی محمود غزنوی بت سرمایہ داری کو اپنی بت شکن شمشیر براں سے پاش پاش کر دے۔

بقولِ غالب ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا؟

○

© rasailojaraid.com